Academic Discipline for Quranic Higher Education

تخصص علوم وحکمت قرآن کے لیے مقررہ نصاب کے مطابق

اصطلاحات قرآن



الاستاذ: ابوالفضل نور احمد سندھی

ناشر

جامع مسجد ربانی، ہائی وے کالونی، سیکٹر C-18، اسکیم -33، نزد جمالی پُل، M-9 موٹروے، کراچی

فون: 0313-2707097

www.hikmatequran.org hikmatequran@gmail.com Hikmat-e-Quran Institute

قرآن حکیم میں اَلْوَحْیُ متعدد معناؤں میں استعمال ہوا ہے۔ اس کے ایک معنی وہ اشارہ ہے جس میں تیزی اور سرعت ہو۔(۱) سورۃ مریم میں حضرت زکریا کے متعلق ہے کہ ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ وہ لوگوں سے بات نہ کریں فَاَوْحٰۤی اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا ﴿۱۱﴾ (آیت:۱۱) ”اس نے اشارہ سے کہا: صبح و شام اللہ کی تسبیح و فرمانبرداری میں جڑے رہو۔“ تیز اشارے کے معنی میں کہا جاتا ہے شَیْءٌ وَحِیٌ یعنی وہ چیز جو جلد سے آجائے۔ اسی طرح ہر تیز رفتار معاملہ کو اَمْرٌ وَحِیٌ کہا جاتا ہے۔ اَلوحیٰ جلدی یا تیزی کرنا۔ اَوْحیٰ الْعَمَلَ اس نے کام میں جلدی کی۔(راغب اصفہانی وتاج العروس)

(۲) اَلْوَحْیُ کا معنی کتابت یا لکھنا بھی ہیں۔ وَحَیْتُ الْکِتَابَ میں نے کتاب کو لکھا۔ وَاحٍ کا معنی لکھنے والا/کاتب۔ اَلْوَحْیُ لکھی ہوئی چیز یا نامہ۔ جوہری نے کہا ہے کہ اَلْوَحْیُ کے معنی الکتاب ہیں۔ راغب اصفہانی، ابن فارس اور لطائف اللغۃ اس معانی کی تائید کرتے ہیں۔

(۳) اوحیٰ کے معنی حکم کرنا، امر کرنا۔ تاج العروس نے لکھا ہے کہ سورۃ المائدہ میں حواریوں کی طرف وحی کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے انہیں حکم دیا تھا: وَ اِذْ اَوْحَیْتُ اِلَى الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَ بِرَسُوْلِیْ ۚ (آیت:۱۱۱) ”اور جب ایسا ہوا تھا کہ حواریوں پر وحی کیا تھا کہ مجھ پر اور میرے رسول (مسیح) پر ایمان لاؤ۔“ یہاں وحی بمعنی حکم سامنے آتا ہے اور یہ حکم حضرت عیسیٰؑ کی وساطت سے حواریوں کو ملا تھا۔(راغب اصفہانی)

قرآن حکیم میں حضرت موسیٰؑ کی والدہ کے متعلق ہے کہ

وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوْسٰۤی اَنْ اَرْضِعِیْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَ لَا تَخَافِیْ وَ لَا تَحْزَنِیْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۷﴾ (القصص:۷)

”اور ہم نے ام موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اسے دودھ پلا اور اگر فرعون کے ظلم کی وجہ سے اس کی جان کا خوف ہو تو دریا میں ڈال دے اور کسی قسم کا خوف یا غم نہ کر، ہم تیرے لخت جگر کو تیری گود میں واپس کر دیں گے اور اسے اپنا پیغمبر بنائیں گے۔“

یہاں سے متشرح ہوتا ہے کہ وحی ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی کی طرف بھیجی جائے اور خبر دینے والے سے اسے اس کا علم کرا دیا جائے۔ خواہ اس کی کیفیت یا طریقہ کچھ بھی ہو۔ جس انداز سے انبیاء کو وحی ہوتی تھی وہ انہی سے مخصوص تھی۔ محض اَوْحَیْنَا کے لفظ سے یہ نتیجہ نکال لینا کہ غیر نبی کی طرف بھی اسی قسم کی وحی ہو سکتی ہے یہ سراسر قرآن حکیم کی تعلیم کے خلاف ہے۔ نبیوں کے سلسلے کی آخری کڑی پیغمبر کریم ﷺ کو آخری مرتبہ یہ وحی مل چکی ہے جو اب قرآن حکیم کی شکل میں موجود ہے۔ اس کے بعد انسانوں کو ان کی رہنمائی کے لیے اللہ کی طرف سے کچھ نہیں ملا۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی طرف سے چیزوں کو وحی امر کیا ہوتا ہے۔ جیسے سورہ حٰم سجدہ میں ہے: وَ اَوْحٰی فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ (آیت:۱۲) ”اس نے ہر سماء میں اس کا وحی امر کر دیا۔“ یہ امر وہ خدائی قانون ہے جس کی رو سے خارجی کائنات کی ہر شے اپنے اپنے مقرر فرائض کی تکمیل میں سرگرداں ہے۔ اسی طرح سورۃ النحل میں ہے: وَ اَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ (آیت:۶۸) ”شہد کی مکھی کی طرف تیرے رب نے وحی کر رکھی ہے۔“ یعنی اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ اسی طرح کرے۔ سورۃ الزلزال میں روز آخرت کے احوال بتائے گئے ہیں کہ اس دن زمین پوری شدت کے ساتھ ہلائی جائے گی اور زمین اپنے اندر کے بوجھ نکال باہر ڈال دے گی۔ اور انسان کہے گا کہ: ”اس کو کیا ہو گیا ہے؟“ اس روز وہ اپنے حالات بیان کرے گی بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰی لَهَا ۝ (الزلزال:۵) ”کیونکہ تیرے رب نے اسے ایسا کرنے کا حکم دے رکھا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے ہر خلقت کی تسبیح مقرر کر رکھی ہے۔ وہ خلقت جو نفع بخشی کے کام سرانجام دیتی اور اللہ تعالیٰ کے قوانین پر چلتی ہے وہی اس کی تسبیح ہے: كُلٌّ قَدْ عَلِمَ

صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِیْحَهٗ ؕ (النور: ۴۱) "کائنات کی ہر شے جانتی ہے کہ اس کے فرائض کیا ہیں اور وہ مقصد کیا ہے جس کے حصول کے لیے اسے سرگرم رہنا ہے۔"

(۵) جس طرح کائنات میں ہر شے اللہ تعالیٰ کے امر (حکم) کے مطابق سرگرم عمل ہے اسی طرح انسان بھی کائنات کا ایک حصہ ہے۔ انسان کو اپنی طبعی زندگی کے لیے دیگر حیوانات کی طرح کھانے پینے، سونے جاگنے، افزائش نسل وغیرہ کے لیے قوانین فطرت کی صورت میں عقل کی رہنمائی عطا ہوئی ہے۔ لیکن اس کی طبعی زندگی کے ساتھ اس کی معاشرتی اور تمدنی زندگی بھی ہے۔ پھر اس کو اپنی شخصیت بھی عطا ہوئی ہے اس لیے انسان کو حق کی دریافت کے لیے عقل کی رہنمائی کے ساتھ خارج سے بھی رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے وحی کی رہنمائی کا بندوبست کیا ہے۔

انسان کو عطا شدہ عقلی رہنمائی اور وحی الٰہی کی رہنمائی میں تین بڑے فرق ہیں۔

پہلا فرق یہ ہے کہ وحی الٰہی صرف تصرف الٰہی سے ہوتی ہے اس میں کسی انسان کی عقلی اور امتیازی کوششوں کا کوئی دخل نہیں ہوتا، یعنی کوئی شخص اپنی خواہش اور کوشش سے اسے حاصل نہیں کر سکتا۔ وحی کی اطاعت یقیناً اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوتی ہے۔ اس کے برعکس عقلی ذرائع سے بھی اگرچہ منشائے الٰہی کی پیروی مقصود ہوتی ہے لیکن چونکہ ان میں بشری عقل و اختیار کا دخل ہوتا ہے اس لیے وہ ان داناؤں کی بھی اطاعت ہوتی ہے جن کی علمی کوششوں اور اجتہاد سے وہ علوم دریافت ہوئے اور وہ معلومات حاصل ہوئیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ تمام کی تمام اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے۔ مگر وحی کی اطاعت خاص طور پر اللہ کی اطاعت ہے اور جس اطاعت میں بشری عقل و اختیار کا دخل ہوتا ہے بشری اطاعت کہلا سکتی ہے، وحی کی اطاعت نہیں۔

عقل اور وحی کی رہنمائی میں دوسرا فرق یہ ہے کہ عقلی ذرائع کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کے کاموں سے قیاس کر کے اس کا منشاء دریافت کرتے ہیں۔ لیکن وحی کے ذریعہ

سے خود اللہ تعالیٰ اپنا منشاء ہم کو آپ ہی بتلا دیتا ہے۔ اور اس لیے ظاہر ہے کہ: وحی کا حکم یقینی ہوتا ہے۔۔۔ لیکن عقلی ذرائع سے حاصل کردہ حکم یقینی نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس میں غلطیاں بھی ضرور ممکن ہوتی ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی خاص اور یقینی اطاعت صرف وحی کی اطاعت ہی ہوتی ہے۔

عقل اور وحی کی رہنمائی میں تیسرا فرق یہ ہے کہ وحی کے ذریعہ سے جو علوم ملتے ہیں وہ ہمیشہ کے لیے صحیح ہوتے ہیں کیونکہ وہ ماکان اور مایکون کے عالم کی طرف سے عطا ہوئے ہیں۔ لیکن بشری عقل چونکہ محدود ہے اس لیے اس کی معلومات وقتاً فوقتاً ادلتی، بدلتی رہتی ہیں، البتہ ہم بحیثیت مجموعی بہتری کی طرف ترقی کرتے جاتے ہیں۔ عقلی فیصلے مختلف اوقات میں مختلف بھی ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بے تغیر اطاعت صرف وہی ہوسکتی ہے جو اس کی وحی کی اطاعت ہو۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور مخلوق کی اطاعت ہرگز ہرگز ایک ہی طرح کی نہیں ہوسکتیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے کے لائق ہے اور مخلوق کی اطاعت وہ ہے جو مخلوق کے لائق ہے۔ اللہ کے رسول بھی مخلوق ہی ہوتے ہیں۔

جو وحی انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے اسے قرآن حکیم میں واضح کر دیا گیا ہے۔

وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ (شوریٰ:۵۱)

"اور کسی آدمی کے لیے ممکن نہیں ہے کہ اللہ اس سے بات روبرو کرے مگر وحی کے طور پر یا پردے کے پیچھے یا پھر کسی فرشتے کو پیغام رساں بنا کر بھیج دے اور وہ اس کے حکم سے جو کچھ وہ چاہے وحی کر دے۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی یا تو فرشتے کے ذریعے ہوتی ہے جو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتا اور اس کا کلام سنائی دیتا ہے جیسا کہ حضرت جبرئیل ایک معین شکل میں آکر رسول کریم ﷺ تک پیغام رسالت

پہنچایا کرتے تھے۔ چنانچہ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا میں اسی معنی کو بیان فرمایا ہے۔ وحی کی دوسری صورت یہ ہے کہ پردے کے پیچھے سے کلام سنائی دے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ نے کوہ طور پر اللہ تعالیٰ کا کلام سنا اور یہی معنی مِنْ وَّرَائِ حِجَابٍ کے ہیں۔

بعد کے زمانے میں بعض نے وحی کی ان دو اقسام سے وحی کی دوسری دو اقسام متعارف کرائیں۔ ایک وحی متلو اور دوسری وحی غیر متلو۔ اس تقسیم کا کوئی وجود رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نہیں ملتا کہ رسول کریم ﷺ جس طرح کتاب منزّل من اللہ کو بذات خود یا اصحاب کے ذریعے تحریراً محفوظ کرتے جارہے تھے اسی طرح وحی غیر متلو کو خود یا اپنے اصحاب کے ذریعے محفوظ کرنے کا بندوبست کر رہے ہوں۔

اگر وحی غیر متلو کو تسلیم کیا جائے تو اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے:

اگر پیغمبرِ اسلام ﷺ کی ہر ایک بات وحی ہے۔ (یعنی تمام احادیث بھی قرآن کی طرح وحی ہے) تو پھر پیغمبرِ اسلام کی اہمیت، کمالیت اور فضلیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ پیغمبر ﷺ کو جس طرح جبرئیل امین بتاتے جاتے ہیں بس آپ ﷺ اسی طرح بیان کرتے ہیں، اس میں آپ کے اپنے کسب، اپنے اجتہاد اور اپنے عقل کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، تو ظاہر ہے کہ جب یہ صورتحال ہے تو پھر پیغمبرِ اسلام ﷺ کیونکر (نعوذباللہ منہ ما اقول لتوضیح ما) اعلیٰ انسان اور ہر چیز میں تمام انسانوں سے برتر ہے؟

رسول اللہ ﷺ سے منقول اقوال پر جماعت امام شاہ ولی اللہؒ کا نقطۂ نظر بہت متوازن ہے کہ وہ اقوال وحی غیر متلو نہیں بلکہ قرآن حکیم سے مستنبط ہیں۔ امام شاہ ولی اللہؒ سنت کے تمام ابواب کو قرآن عظیم سے مستنبط مانتے ہیں۔ لیکن انکے نزدیک انبیاء کا استنباط کرنے کا طریقہ ائمہ فقہاء کے اصولِ فقہ سے مختلف ہے۔ چنانچہ "خیر کثیر" میں فرماتے ہیں کہ میں کتاب الصلوٰۃ کے متعلق تمام صحیح حدیثوں کو قرآن سے استنباط کرنے پر قادر ہو گیا ہوں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھ دوں۔

"خیر کثیر" کی عبارت ملاحظہ ہو: "علومِ حدیث میں سے ایک قرآن کی تفسیر اور اس سے استنباط کرنے کا علم ہے، بے شک یہ علم بہت بڑا علم ہے۔ ہم یہاں اختصار کے طور پر اس کو تھوڑا سا بیان کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بعض چیزیں کسی تعین اور خاص تشریح کے بغیر عمومی اور مطلق پیرایہ میں بیان کر دی ہیں۔ جیسے صلوٰۃ اور زکوٰۃ۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:" سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ (الاعلیٰ:۱) وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ" (طٰہٰ:۱۳۰) وغیرہ۔ اب رسول اللہ ﷺ نے یہ کیا کہ صلوٰۃ کا ذکر قرآن میں مطلق تھا۔ آپ نے اس کے لیے وقت معین فرما دیئے۔

نیز نماز کے ضمن میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "قُوْمُوا" و "كَبِّرْ" و "اُتْلُ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ"، "وَارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا" رسول اللہ ﷺ نے قرآن کے ان حکموں کو نماز کے ارکان کی شکل دے دی۔

قرآن میں دن رات کے بعض اوقات کی قسم کھائی گئی ہے۔ مثلا "وَ الْفَجْرِ ۙ، وَ الضُّحٰى ۙ وَ الَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ، بِالشَّفَقِ، وَ لَيَالٍ عَشْرٍ ۙ"۔ رسول اللہ ﷺ نے ان آیات سے استنباط کیا کہ یہ نماز کے اوقات ہیں۔ چنانچہ اس کی تفصیل کتبِ احادیث میں ملے گی۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا اشاد ہے کہ اس کے نام کی کبھی تسبیح کی جاتی ہے اور کبھی اس کے احسانات کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ نماز "سری" یعنی بغیر بلند آواز کے بھی ہوتی ہے اور "جہری" یعنی بلند آواز کے ساتھ بھی ہوتی ہے۔ غرضیکہ رسول اللہ ﷺ کا قرآن مجید سے سنت کے استنباط کرنے کا یہ طریقہ تھا۔ چنانچہ کتاب الصلوٰۃ کے ضمن میں جتنی حدیثیں وارد ہیں، ہم نے ان سب کا احاطہ کر کے دیکھا ہے کہ یہ سب کی سب قرآن مجید سے مستنبط کی گئی ہیں۔ لیکن ان کے استنباط کا طریقہ حکیمانہ ہے۔ خدا نے چاہا تو ہم سب باتوں کو مستقل رسالہ میں مرتب کر دیں گے۔

(شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، ص100 تا101)

مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”علمائے اصول فقہ کے نزدیک اصولِ دین چار ہیں: کتاب یعنی قرآن مجید، سنت، اجماع اور قیاس۔ لیکن درحقیقت یہ تعبیر ٹھیک نہیں۔ جہاں تک قیاس کا تعلق ہے، اصولِ دین کے اعتبار سے اس کی اپنی کوئی مستقل حیثیت نہیں۔ کیونکہ قیاس تو وہی معتبر ہو گا جو کتاب، سنت اور اجماع سے مستنبط کیا گیا ہو۔ اس کے بعد تین اصول رہ جاتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ سنت کو قرآن سے مستنبط مانتے ہیں۔ لیکن ان کے نزدیک استنباط کا طریقہ وہ نہیں ہے جو ائمہ فقہاء میں مروج ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حکمت کے اصول پر استنباط کرنے کے طریقے اور ان کے اصول بھی مقرر کئے ہیں۔ ”خیر کثیر“ میں انہوں نے اس مسئلے کی مزید تفصیل کی ہے۔ سنت کے متعلق شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس نظریے کو تسلیم کر لیا جائے تو اصولِ دین کے لحاظ سے اس طرح سنت کی حیثیت ایک مستقل اصل کی نہیں رہتی بلکہ وہ قرآن ہی کی تشریح و تفصیل بن جاتی ہے۔“ (شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ ص 87)

جب ہم وحی کے لیے قطعی طور پر سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مخصوص فعل ہے تو اللہ کا مخصوص فعل کسی بندہ کا اختیاری فعل قرار نہیں پا سکتا۔ اگر خدا کسی صاحب اختیار شخص کے ساتھ ایسا وعدہ فرمائے کہ تیری تمام اختیاری باتیں بھی وحی ہوں گی تو اس سے لازم آئیگا کہ وہ شخص جب چاہے خدا سے بااختیار وحی خود حاصل کر سکتا ہے۔ اس طرح اس بندے کے لیے وحی پانا اور غائبانہ باتیں بتلا دینا اختیاری فعل بن جائے گا۔ لیکن یہ قطعاً محال ہے کہ ایک چیز اللہ تعالیٰ کا مخصوص فعل بھی ہو اور وہی چیز کسی بشر کا اختیاری فعل بھی ہو۔

حاصل یہ کہ اگر رسولوں کے اختیاری فعل بھی تھے تو وہ ہرگز ہرگز وحی الٰہی نہیں ہو سکتے۔ مگر افسوس ہے کہ آج تک ایسی سیدھی سی بات کا صفائی کے ساتھ اقرار نہیں کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت وحی نہیں ہوا کرتی تھی۔ جب آپ کوئی آیت نہ

لاتے تو کافر کہا کرتے تھے:

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ؕ (الاعراف:۲۰۳)

"اور جب آپ ان کے پاس کوئی آیت نہیں لاتے تو وہ کہتے ہیں کہ تو نے خود ہی کیوں نہ اسے بنالیا۔" یعنی تو اسے خود ہی کیوں نہیں گھڑ لایا؟ تو اس کے جواب میں حکم ہوا۔ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ (الاعراف: ۲۰۳) "آپ کہہ دیجیے کہ میں تو صرف اپنے رب کی وحی کے پیچھے چلتا ہوں۔" یعنی اپنی طرف سے بنا کر کوئی آیت پیش نہیں کرتا اور پیش نہیں کر سکتا۔ میں تو وحی الٰہی کے پیچھے چلتا ہوں یہ نہیں کہ وحی الٰہی میرے فہم و اختیار کے پیچھے چلتی ہو اور جو بات میں کہہ دوں وہی وحی الٰہی بن جائے۔

کسی کے اختیاری افعال کو وحی کا درجہ دینا اسے خدا بنانا ہے۔ وحی اور عقل میں بھی تصرف اور نیچر کا ہی فرق ہے۔ مشورہ، یعنی عقلی مدد انسان سے مانگی جاتی ہے، لیکن کسی مخلوق سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہمیں وحی لا دو۔ کسی بشر کے اختیاری کاموں میں اس کو ایسی قوت یا اختیار دینا کہ جس سے اس کے کام بھی بعینہ وحی کے مثل بن جائیں۔ (جو خدا کا خاص فعل ہے) اس کو دوسرا خدا بنانا ہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ خدا جو کام محض اپنے تصرف و اختیار سے بلا کسی بشری اختیار کے دخل کے کرتا ہے وہ کسی بشر کا اختیاری فعل ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جو تعلیم و تفہیم خود خدا اپنے تصرف و اختیار سے کسی بشری اختیار کے دخل کے بغیر کسی بشر کو دیتا ہے (یعنی انبیاء کو جو وحی کرتا ہے) وہ بھی کسی بشریٰ اختیار کا نتیجہ نہیں ہوتی، وہ خود خدا ہی کا خاص فعل ہوتا ہے۔ اس سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ کسی بشر کے عقلی و اختیاری اقوال و افعال کو خدا کے تصرف یعنی وحی کا درجہ دینا اس کو خدا بنا دینا ہے۔ (جوامع علوم القرآن ۱۵۰)

وحی جب قرآن حکیم میں مرکوز ہے تو قرآن حکیم نے انذار و ہدایت اور ذکر و بشارت کے لیے بار بار اس کی تعلیم کو سرچشمہ بنانے کا حکم دیا ہے جو منزّل من اللہ ہے۔

(۱) الٓمّٓصٓ ۚ﴿۱﴾ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ (الاعراف:۱،۳)

"الٓمّٓصٓ یہ (قرآن ایک) کتاب ہے جو اے پیغمبر! آپ کی طرف اتاری گئی ہے سو آپ کے سینہ میں اس کی وجہ سے کوئی تنگی نہیں ہونی چاہیئے۔ تاکہ آپ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو ڈرائیں اور (یہ کتاب) ایمانداروں کے لیے ایک نصیحت ہے (اے ایمان والو) تم اس کی پیروی کرو جو تمہارے پروردگار کی طرف سے اتارا گیا ہے (جس کے اتارنے کا بیان اوپر آچکا ہے) اور اس کے علاوہ (دوسرے) اولیاء اور مددگاروں کی پیروی نہ کرنا (مشکل یہ ہے) کہ تم بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو۔"

(۲) قرآن حکیم میں خود حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے کہلوایا گیا ہے:

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۭ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ (الانعام:۱۱۶-۱۱۴)

"پھر کیا میں خدا کے سوا کوئی اور حَکَم (فیصلہ کرنے والا) تلاش کروں حالانکہ وہی حَکَم (فیصلہ کرنے والا) تو ہے۔ جس نے تمہاری طرف مفصل (نکھاری ہوئی) کتاب نازل فرمائی ہے (اور وہ فرماتا ہے کہ) جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ قرآن آپ کے پروردگار کی طرف سے حق کے ساتھ اتارا ہوا ہے۔ لہٰذا آپ قطعاً شک کرنے والوں میں سے نہ ہوجئے۔ اور آپ کے پروردگار کا کلام صدق اور عدل کے ساتھ مکمل ہوچکا ہے۔ حق تعالیٰ کے کلمات کو بدلنے والا کوئی نہیں وہ سننے والا

اور جاننے والا ہے اور اگر (اے پیغمبر!) آپ زمین والوں میں سے ان کی اکثریت کی پیروی فرمائیں گے تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے وہ تو صرف ظن و تخمین (یعنی غیر یقینی باتوں) کی پیروی کرتے اور محض اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔"

(۳) فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَہٗ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۸۵﴾ (الاعراف:۱۸۵)

"اس (قرآن) کے بعد وہ کس حدیث (بات) کو مانیں گے؟"

(۴) اَوَ لَمۡ یَکۡفِہِمۡ اَنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ یُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَرَحۡمَۃً وَّ ذِکۡرٰی لِقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۱﴾ (العنکبوت:۵۱)

"اور کیا ان کے لیے یہ کافی نہیں کہ ہم نے ان پر یہ کتاب اتار دی ہے جس کی ان پر تلاوت کی جاتی ہے بلاشبہ اس کتاب میں ان لوگوں کے لیے جو ایمان کی دولت سے مالامال ہیں بڑی رحمت اور بڑی نصیحت ہے۔"

(۵) وَ نَزَّلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ وَّ ہُدًی وَّ رَحۡمَۃً وَّ بُشۡرٰی لِلۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۸۹﴾ (النحل:۸۹)

"اور اے پیغمبر! ہم نے آپ پر یہ کتاب اتاری ہے جو ہر چیز کا تفصیلی بیان (تبیان) ہے اور فرمانبرداروں کے لیے ہدایت رحمت اور بشارت ہے۔"

(۶) وَ مَا کَانَ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنُ اَنۡ یُّفۡتَرٰی مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ وَ لٰکِنۡ تَصۡدِیۡقَ الَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡہِ وَ تَفۡصِیۡلَ الۡکِتٰبِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۳۷﴾ اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىہُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّثۡلِہٖ وَ ادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۳۸﴾ (یونس:۳۷،۳۸)

"اور ممکن نہیں کہ یہ قرآن اللہ کے سوا کوئی اور افتراء کر کے بنا سکے اور لیکن یہ تو اس وحی کی تصدیق ہے جو اس کے پہلے آچکی ہے نیز اس کتاب (صحیفہ فطرت) کی تفصیل ہے جس میں کوئی شک ہی نہیں ہے (دونوں کتابیں قرآن اور صحیفہ فطرت) اللہ

کی طرف سے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے کیا یہ (کفار) یہ کہتے ہیں کہ قرآن کو محمد نے خود ہی گھڑ لیا (افتراء کر کے بنالیا) ہے (اگر ایسی بات ہے تو اے پیغمبر!) کہہ دیجیے کہ پھر تم اس جیسی ایک سورت ہی بنا کر لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے بھی تم (اپنی مدد کیلئے) بلا سکو بلا لو اگر سچے ہو۔"

(۷) وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ (الزمر: ۲۷،۲۸)

"اور بلاشبہ ہم نے تمام لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر ایک طرح مثال بیان کر دی کہ ہو سکتا ہے وہ کچھ نصیحت پکڑ لیں اسے ہم نے عربی قرآن بنایا ہے جس میں کسی قسم کی کوئی کجی نہیں شاید وہ (اس کے ذریعہ سے دنیوی اور اخروی خطرات سے) بچ جائیں۔"

وحی کی ضرورتوں کے لیے قرآن کافی ہے۔ قرآن مجید نے ہماری وحی کی ضرورتوں کو پورا کر دیا ہے۔ جو باتیں وحی سے بتلانی ضروری تھیں وہ سب قرآن مجید ہی میں آگئی ہیں۔ اس کے سوا ہمیں کسی اور وحی کی تلاش کی کوئی ضرورت باقی نہیں رکھی گئی۔ ہاں قرآن مجید نے غور و فکر اور تشریحات کے لیے ہمارے دین کا بہت سا حصہ عقلی کوششوں پر بھی چھوڑا ہے۔ ہم اپنے غور و فکر کے ساتھ دوسروں کی عقلوں سے بھی مدد لے سکتے ہیں۔ دنیا کے تمام عقلاء کی باتوں پر آنحضرت کی باتیں بھاری ہیں۔ مگر یہ ضرور ہے کہ ہم اُنہیں عقلی طور پر ہی لیتے ہیں نہ کہ وحی کے طور پر۔ یہ استعداد نبوت سے ہی قرآن حکیم سے ہی مستنبط ہے۔ ہم آنکھیں کھول کر علیٰ بصیرۃ چلتے ہیں آنکھیں بند کر کے نہیں۔ قرآن مجید نے ہمیں اسی لائن پر چلایا ہے۔ خود رسول اکرم ﷺ اس راستہ پر چلتے تھے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (یوسف: ۱۰۸) "اے پیغمبر! کہہ دیجیے یہی میرا راستہ ہے کہ میں اللہ

کی طرف بصیرت کے اوپر لوگوں کو بلاتا ہوں (آنکھیں بند کرکے نہیں) اور میرے متبعین کی روش بھی یہی ہے اور اللہ کی ذات پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔"

حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ استعداد نبوت سے عقل و فہم اور بصیرت کا کام لیتے تھے اور جب وحی سے باہر دین کے لیے اسی سطح کی تشریحات یا باتیں کرتے تھے تو وہ ان کا اپنا استنباط ہوتا تھا۔ جب قرآن حکیم نے اپنے مخاطبین سے تعقل، تدبر اور تفکر کا بار بار مطالبہ کیا ہے تو پیغمبر خود عقل تدبر تفکر اور اجتہاد کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ جب بات یہ ہے تو کیا حدیثوں کے ہم احسن واہدی، اور معقول حصہ کو ہم چھوڑ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ آنحضرت ﷺ کے ارشادات کو ہم سر اور آنکھوں پر جگہ دیں گے۔

قرآن کریم کی صورت میں حق تعالیٰ نے وحی کی یہ رحمت پورے طور پر ہم پر نازل فرمادی ہے۔ یہ بات آپ ہی اپنا ثبوت ہے۔ قرآن کریم کا نظم و ترتیب ہی دلالت کرتا ہے، کہ یہ کتاب تمام انبیاء اور حکماء کی کتابوں کا عطر اور مجموعہ ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم تمام الٰہی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ (البقرہ:۹۷)

"اے (پیغمبر) اللہ کا کلام ہے جو جبرئیلؑ نے اس کے حکم سے تمہارے دل میں اتارا ہے، اور اُس کلام کی تصدیق کرتا ہوا آیا ہے جو اس سے پہلے نازل ہو چکا ہے۔ اِس میں انسان کے لیے ہدایت ہے اور اُن لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں (فلاح و کامیابی کی) بشارت ہے۔"

❖❖